السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک لڑکی شادی شدہ ہے اور عرصہ چار پانچ سال سے اس کا خاوند مفقود الخبر ہے آیا لڑکی مذکورہ کا نکاح ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

(چار سال بعد حسب فتویٰ عدت گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی فیصلہ ہے فقہ کی معتبر کتاب رد المختار میں لکھا ہے۔ کہ بوقت ضرورت اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ (13 مئی 34ء

شرفیہ

یہ صحیح ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ یہی ہے کہ مفقود الخبر کی زوجہ چار سال گزار کر پھر عدت وفات گزار کر نکاح ثانی کرے۔ مگر یہ چار سال کب سے گزارے جب سے مقدمہ حاکم کے پاس لے جائے۔ جب سے چار سال گزارے اس سے قبل کا اعتبار نہ ہوگا۔ جیسے عام لوگ بلا تفصیل فتوے دے دیا کرتے ہیں۔

(قال عبد الرزاق اخبرنا الشوري عن يونس بن خباب عن مجاهد عند التقليد الذي افتقد قال دخلت الشعب فاستهو تني الجن فكثت اربع سنين منذر رفعت امرها اليه الحديث وراوه ايضا ابن ابي شبة (التخليص الجبير ص ٣٢٩ ج ٢

مذاکرہ علمیہ قابل توجہ علماء ابرار

(متعلق نکاح زوجہ مفقود الخبر) ازجناب مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی)

جوں جوں لوگوں کے اخلاق وعادات بگڑتے جاتے ہیں۔ تمدنی معاملات اور خانگی تعلقات کی صورت بھی بگڑ جاتی ہے۔ دماغی روشنی اور علمی ترقی تو بے شک ہمت ہے لیکن عملی حالات جن کا مدار قلبی صلاحیت پر ہے بہت پستی میں ہے۔ خصوصا مسلمان جس نے زمانہ شناسی اور مصلحت بینی کے ساتھ ہی اپنی مذہبی حالت کو بھی کمزور کر دیا ہے۔ اخلاق بہت گر گئے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ اپنے بعثت کے مقاصد میں سے بڑا مقصد یہ قرار دیتے ہیں۔ کہ میں مکارم اخلاق کے پورا کرنے کےلئے مبعوث کیا گیا ہوں اور نیز فرماتے ہیں۔ خیر کم خیر کم لاھلہ (ترمذی) یعنی تم میں کا بہتر وہ ہے جو اپنے اہل سے نیک سلوک کرتا ہے۔ اور نیز بقر عید کے دن مقام منیٰ میں جو خطبہ مجمع عام میں آپ نے پڑھا تھا۔ اور آپ کا یہ آخری وعظ تھا۔ اس میں آپ نے فرمایا تھا۔ استوصوا بالنساء خیرا (بخاری) یعنی میری نصیحت کو جو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے متعلق سے دل سے قبول کرے۔ اور نیز فرمایا۔

(ان من اكمل المومنين ايمانا احسنهم خلقا وخياركم خياركم نسائه (ترمذي

''یعنی کامل الایمان مومنوں سے وہ ہے۔ جو اخلاق میں اچھا ہے۔ اور تم میں کے بہتر وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہیں۔''

اس تمہید کے بعد معروض ہے کہ زمانہ کی ایسی بُری حالت کے وقت بعض ناعاقبت اندیش بے غیرت اور نا اہل لوگ اپنی جوان بیویوں کو چھوڑ کر ایسے روپوش ہوجاتے ہیں کہ نہ تو کبھی خرچ بھیجتے ہیں اور نہ خط لکھتے ہیں اور کسی ایسے دور دراز علاقے میں چلے جاتے ہیں۔ جہاں سے ان کی کوئی بھی خبر زندگی یا موت کی نہیں آتی اور بعض ان دوسرے علاقوں میں ہی نکاح کر کے وہیں کے ہو بیتے ہیں۔ ان کی کسمپرسی بیویاں تنہائی اور فقر وفاقہ سے ایسی تنگ آجاتی ہیں۔ کہ ''پناہ خدا'' بعض وقت عصمت کو بھی داغ لگ جاتا ہے۔ اور بہت بُرے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ خاکسار کے پاس جس قدر معاملات بذریعہ عدالت یا بطور خود رجوع لاتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ طلاق ثلاثہ اور مفقود الخبری کے واقعات ہوتے ہیں۔ جس سے دل پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے۔ کہ مسلمان عورتوں کے حق میں بہت کچھ فروگزاشت کرتے ہیں۔

اس بارے میں حنفی مذہب کا جو عام فتویٰ ہے خود متاخرین حنفیہ نے اس کی مشکلات کو تسلیم کر کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر فتویٰ دینا جائز قرار دے دیا ہے۔ بلکہ علامہ عبد الحئ صاحب مرحوم نے تو یہاں تک لکھا دیا ہے۔ کہ ازروئے تحقیق بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مذہب قوی ہے۔ (عمدۃ لرعایہ) لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ زمانہ کی حالت ایسی نازک ہوگئی ہے اور میرے پاس ایسے واقعات بھی آئے ہیں۔ کہ ان میں چار سال بھی ایک ناقبل برداشت مدت مدیر نظر آئے لہذا علمائے راسخین کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ حالات زمانہ پر نظر کر کے اور نصوص شرعیہ کو ملحوظ رکھ کر اس مسئلہ پر نظر ڈالیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فتویٰ کہ عورت چار سال کے انتظار کے بعد چار مہینے اور دس دن عدت کے گزار کر نکاح ثانی کرلے۔ فتویٰ دائمی تھا۔ یا بناء برحالت زمانہ اقتصادی تھا۔ کیا ہر واقعہ میں چار سال کی معیاد ضروری ہے۔ یا مفوض ہے۔ الی رای الامام اور موقوف ہے علی (مصلحۃ الوقت (بینوا توجروا

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے عہد سعادت مہد میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا جس سے آپ ﷺ کا خصوصی حکم معلوم ہوجائے۔ جہاں تک میری نظر ہے سب سے پہلا واقعہ تمیم داری کا ہے۔ جس کی بیوی کی نسبت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا حکم دیا۔ اس امر کا علم کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم اپنے اجتہاد سے دیا۔ یا آپ ﷺ کی سنت سے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو ہو گا لیکن اس کی تصریح آپ سے منقول نہیں کہ آپ اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے کچھ سنا تھا۔ اور نہ کسی دیگر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بابت کوئی حدیث سنائی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا قول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے مختلف ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ورنہ اختلاف اٹھ جاتا اور بروایت دار قطنی جو حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مرفوعا مروی ہے۔ وباتفاق محدثین غیر ثابت وضعیف ہے (بلوغ وسبل) پس جب اس امر کی تصریح نہ قرآن مجید میں ہے۔ اا ور نہ زمان نبوی ﷺ میں کوئی ایسا واقعہ ہوا۔ اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین اور مذاہب مجتہدین اس میں مختلف ہیں۔ اور زمانہ سلف میں اس امر میں کسی ایک قول پر اجماع بھی نہیں ہوا۔ تو دلائل اربعہ میں سے صرف قیاس باقی رہ گیا۔ سو اس کی رو سے کسی خاص معیاد کا تقرر حکم شرعی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ نے زوجات کے متعلق فرمایا ہے

.....وَلَا تُمۡسِكُوهُنَّ ضِرَارًا ۲۳۱ ۔ سورۃ البقرۃ

نیز فرمایا۔

.... فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٍ ۲۲۹ سورۃ البقرۃ

نیز فرمایا۔

....وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِ ۱۹ سورۃ النساء

نیز فرمایا

...فَتَذَرُوهَا كَٱلۡمُعَلَّقَةِ ۱۲۹ سورۃ النساء

نیز فرمایا۔

....وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡ ۳٤ سورۃ النساء

ان آیات سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

الف۔ زوجات کے متعلق صرف دو صورتیں جائز ہیں۔ 1۔ امساک بالمعروف۔ یعنی نیک سلوک سے عورت کو گھر میں بسانا 2۔ یا تسریح باحسان۔ یعنی بغیر ضرر پہنچائے نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

ب۔ تیسری صورت معلقہ کی ہے۔ سو ممنوع ہے۔ وہ یہ ہے کہ نا آباد کرے۔ نا آزاد کرے۔

ج۔ جس امساک میں عورت کو ضرر ہے وہ ممنوع ہے۔

د۔ مرد کی قواست (سرداری) کے وجوہ میں سے ایک نفاق مال ہے۔

مفقود کی بیوی کا امساک پر ضرر ہے۔ اس کی حالت معلقہ کی ہے۔ اس کے نفقہ کا کوئی زمہ دار نہیں ہے۔ لہذا اسے مفقود کے حق میں دائمی طور پر بیٹھے رہنے کا حکم شریعت محمدی جو عین فطرت کے مطابق اور نہایت مناسب حالت اور با مصلحت اور آسان ہے۔ نہیں دے سکتی اور صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زوجین کی آبادی میں عشرت بالمعروف مقصود رکھی ہے۔ اور ضرر کو پسند نہیں فرمایا پس عورت کی حالت پر نظر کر کے لحوق ضرر کا لحاظ ضروری ہے۔ جس کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ عورت مرد کی خصوصیت کے وقت مرد کی عورت سے علیحدہ رہنے کی قسم کھالینے میں زیادہ سے زیادہ مدت جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ وہ چار مہینے ہے جس کی بناء طبع تقاضے پر معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد بُرے نتائج کا اندیشہ ہے۔ اسی لئے بعض آئمہ نے ایسے شخص کے حق میں بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ جو اپنی عورت سے بہ نیت ضرر الگ رہے۔ اگرچہ قسم نہ کھائی ہو کہ اچار مہینے کے بعد اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ یا اسے مجبور کیا جائے گا۔ کہ عورت کے پاس جاوے یا اسے طلاق دے دے۔ چنانچہ شرح خمسین میں بذیل حدیث لا ضرر ولا ضرار علامہ ابن رجب فرماتے ہیں۔

ومنها فی الایلاف ن اللہ جعل مدۃ المولی مدۃ الربعہ اشہر اذا حلف الرجل علی امتناع وطی زوجتہ فانہ یضرب لہ مدۃ الربعہ اشہر فان فاء ورجع الی الوطی کان ذالک توبۃ وان اصر علی الامتناع لم یکن من ذلک ثم فیہ قولان للسلف والخلف احدیما انہا تطلق علی بمضی ہذي الدۃ الربعۃ اشہر فقال کثیر من اصحابنا حکمہ حکم المولی فی زالک وقالوا ہزا ضاہر کلام احمد وکذا قال جماعۃ منہیم اذا ترک الوحی اربعہ اشہر بغیر عذر ثم طلب صح الفرقۃ فرق ینہما بناء علی انا لوطی عندنا فی ہذہ الدۃ واجب والخلفوا ہل یعتبر لذالک قصدا الاضرار اہم لا یعتذر ومذہب مالک وصحابہ اذا ترک الوطی من غیر عذر فانہ یفسخ نکاحہ مع اختلافیم فی تقدیرۃ الدۃ ولوالطال االسفر من غیر عذر طلبت امراتہ قدرمہ فابی فقال مالک واحمد واسحاق یفرق الحاکم ینہما وقدرہ احمد بستۃ اشہر واسحاق بمضی سنین (صفحۃ 320 شرح خمسین حدیث)

اور بعض ضرر ایلا کے متعلق ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ضرر دور کرنے کے لئے مولی کی مدت چار مہینے مقرر کی ہے۔ یعنی جب کہ کوئی آدمی اپنی عورت سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالے تو اس کے لئے چار مہینے کی مدت مقرر کی جائے۔ اگر اس مدت میں قسم سے رجوع کر کے وطی کرلے تو یہ اس کی توبہ ہو جائے گی۔ اور اگر ترک وطی پر قائم رہے تو اسے زیادہ موقع نہیں دیا جائے گا۔ اس امر میں علمائے سلف اور خلف کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ عورت بمجرد اس مدت گزرنے کے آزاد ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ معاملہ اس امر پر موقوف کر رکھا جائے۔ اگر مرد باز آجائے تو بہتر ورنہ اسے طلاق کا حکم کیا جائے۔ اور اگر عورت کو ضرر پہنچانے کے ارادے سے بغیر قسم کھانے کے چار مہینے کی مدت تک صحبت ترک کیے رکھے تو ہمارے بہت سے اصحاب احناف کا قول یہ ہے کہ اس کا حکم بھی مولی (قسم کھانے والے) کا حکم ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ظاہر رخ یہی ہے۔ اور اسی طرح ان میں سے بہت سے علماء نے کہا ہے کہ جب مرد بغیر عذر کے چار مہینے کی مدت تک وطی ترک کئے رکھے۔ اس کے بعد عورت جدائی طلب کرے۔ تو ان دونوں میں جدائی کر دی جائے۔ اس بناء پر کے ہمارے نزدیک اس مدت میں صحبت واجب ہے۔ لیکن اس امر میں اختلاف ہے۔ کہ مقصد بضرر کا کا اعتبار کیا جاوے۔ یا نہ کیا جاوے۔ اور اامام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا یہ مذہب ہے۔ کہ اگر بغیر عذر کے وطی ترک کر دے تو

اس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ لیکن مدت کے اندازے میں اختلاف ہے۔ اور اگر بغیر عذر کے مرد سفر بہت مدت رہے اور اس کی عورت اس کو گھر پر آنے کی بابت کہے اور وہ انکار کرے۔ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ حاکم وقت ان پر تفریق کردے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تو چھ مہینے کی مدت کہی ہے۔ اور امام اسحاق نے دو سال۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ طبع تقاضے کا لحاظ کر کے آئمہ کرام کی نظر مدت مدید پر نہیں پڑی ورنہ یہ سب صورتیں زوجہ مفقود الخبر کی نسبت سہل اور قابل برداشت ہیں۔ مقدمہ نکاح میں ہی ایک مثال جس میں امور مذکورہ بالا ملحوظ ہیں زوجہ معسر ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے۔

امراتک ممن تعول اطعمنی ووالا فارقنی

''یعنی ''تیری بیوی تیرے عیال میں سے ہے۔ جو (بزبان حال وقال) کہتی ہے۔ مجھے کھانے کو دے ورنہ چھوڑ دے۔

نیز وارد ہے۔

(ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل لایجد ما ینفق علی امراتہ قال یفرق بینھا (منتقی

''یعنی ''آپ ﷺ نے ایسے شخص کے حق میں جو اپنی عورت کے نفقہ ادا نہ کرسکتا ہو یہ فرمایا کہ ان میں جدائی کرادی جائے۔

نیل الاوطار میں بزیل حدیث اول کہا ہے۔

استدلال بہ وبحدیث ابی ہریرہ الاخر علی ان الزوج ازا عسر ان نفقہ امراتہ اختارت فراقہ فق بینھا والیہ ذہب جمہور العلماء کما حکاہ فی افتح الباری

یعن اس حدیث سے اور دوسری حدیث سے جو ابو پریرہ مروی ہے۔ اس پر استدلال کیا گیا ہے۔ کہ جب خاوند اپنی عورت کے نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہوا اور عورت طلاق کی طلب گار ہو تو ان میں جدائی کردی جائے۔ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے جیسا کہ حافظ صاحب نے فتح الباری میں زکر کیا ہے۔ اس کے بعد امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف علماء کا زکر اور ہر ایک کی دلیل وجواب کا بیان کر کے کہا ہے۔

وظاہر الادلۃ انہ یثبت المسخ للمراہ بمجر دوجدان الزوج لنفقتھا بحیث یحصل علیھا ضرر من ذالک

یعنی دلائل سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بمجرد اس کے کہ خاوند عورت کا خرچ ادا کرن ے سے عاجز ہو عورت کو ضرر پہنچنے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔

مفقود کی زوجہ کو معسر کی زوجہ پر قیاس کرنا صحیح بلکہ اولیٰ ہے لہذا اس کی نسبت بھی عورت کے مطالبہ کے وقت فسخ کا حکم دیا جاسکتا ہے اور انتظار کے لئے کوئی خاص میعاد ضروری معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ شریعت نے اس کے متعلق کوئی قید نہیں لگائی۔ جب شریعت سمحہ سے اعسار کے وقت جب خاوند موجود بھی ہے اور عورت کو اس سے بعض حقوق حاصل بھی ہیں۔ فسخ نکاح کا حکم دیا ہے۔ تو مفقود کی بیوی اس حکم کی زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ اس کو اس نام نہاد خاوند سے کوئی بھی فائدہ نہیں۔ اور اس کی عدم موجودگی سے اسے سخت ضرر پہنچتا ہے۔ اور اس کی صورت معلقہ کی ہے۔ کہ نہ آباد ہے نہ آزاد۔ اس طرح سبل السلام میں اس کو جو ہم نے تحقیق کیا ہے۔ ترجیح دی ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

وقال الامام یحی لاوجہ التربص لکن ان ترک لھا الغائب مایقوم بھا فھو کا لحاضر ازلم یفتھا الا الوطی وھو حق لہ لھا ر الا فسخھا الحاکم عند مطالبتھا من دون انتضار لقولہ تعالیٰ ولا تمسکوھن ضرارا ولحدیث لاضرر فی السلام والحاکم وضع لوفع المضارۃ فی الایلا الظہار وھذا ابلغ والفسخ مشروع بالعیب ونحوہ قلت وھذا احسن الاقوال وما سلف عن علی رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اقوال موقوفۃ وفی الارشاد لابن کثیر عن الشافعی بسندہ الی ابی الرتاد وقالت سالت سعید بن لمسیب عن الرجل لایجد ما ینفق علی امراتہ قال یفرق بینھا قلت سنۃ قال قال اشافعی الذی یشبہ ان قول سعید سنہ ان یکون سنہ النبی صلیٰ اللہ علیہ وسلم وطول فی الکلام فی ہذا فی حواشی ضوء النہار واخترنا لافسخ بالغیبۃ او بعدم قدرہ الزوج علی الانفاق (سبل لسلام (جلد ثانی ص ۱۱۷

اما یحییٰ کا قول ہے۔ کہ انتظار کی کوئی وجہ نہیں لیکن گم شدہ خاوند اپنی عورت کے لئے کچھ مال جس سے وہ گزارہ کرسکے چھوڑ گیا تو گویا وہ حاضر ہی ہے کیونکہ عورت کا کوئی بھی فائدہ سوائے وطی کے گم نہیں ہوا اور وطی مرد کا ہے۔ نہ کہ عورت کا اور کچھ نہیں چھوڑ گیا تو حاکم وقت عورت کے مطالبہ پر بغیر انتظار کے نکاح فسخ کردے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ''اور عورتوں کو ضرر دینے کے لئے بند نہ رکھو'' اور نیز حدیث میں ہے۔ اسلام میں ضرر دینا جائز نہیں۔ اور حاکم تو ایلا واظہار وغیرہ میں دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ معاملہ تو ان صورتوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ اور فسخ نکاح کسی عیب کے سبب سے بھی جائز ہے۔ اور اسی طرح دیگر وجوہ سے بھی (صاحب السلام کہتے ہیں۔) میں کہتا ہوں یہ قول یعنی امام یحیٰ کا بہت بہتر ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو قول اوپر گزر چکے ہیں۔ وہ سب موقوف ہیں۔ اور ابن کثیر کی کتاب الارشاد میں لکھا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے سند کو ابو لرتاد تک پہنچا کر ابو الرتاد نے کہا میں نے سعید بن مسیب تابعی سے کہا۔ اس شخص کی بابت پوچھا جو اپنی عورت کے لئے نفقہ کے لئے کچھ بھی نہ رکھتا ہو تو انھوں نے کہا کہ دونوں میں تفریق کرادی جائے۔ میں نے پوچھا کیا یہ حکم سنت ہے۔ تو حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہاں سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سعید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ یہ حکم سنت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی مراد اس سے سنت نبی کریم ﷺ ہے۔ اور ہم نے حواشی ضوء النہار میں اس مسئلہ پر طویل کلام کیا ہے۔ اور ہم نے حکم نسخ کو ایک تو خاوند کی غیر حاضری کے سبب اور ایک انفاق پر قادر نہ ہونے کے سبب اختیار کیا ہے۔

امام یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں کم فسخ بغیر انتظار تو موافق حکم زوجہ معسر ہے لیکن حق وطی کو جو صرف مرد کے متعلق کیا ہے۔ اور اس پر فسخ کا حکم نہیں لگایا تیجہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ زوجہ مجنون ومجزوم کے لئے بھی عند المطالبہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں صورتوں میں مال ووطی دونوں ہوسکتے ہیں۔ کہ مرد کی طلب پر عورت کو گنجائش انکار نہیں اور عورت کی طلب پر مرد پر تعمیل ضروری نہیں تو یہ درست ہے۔ لیکن یہ ہرگز درست نہیں کہ مدت المر مرد اپنی عورت سے تعلق زن وشوہر جو اصل مقصود اور ذہن میں بالطبع مہود ہوتا ہے نہ رکھے۔ تو اس پر بھی مرد قصور وار نہ قرار نہ دیا جائے۔ حدیث

ان لزوجک علیک حقا او کما قال

اس عورت کو حق کے لئے صاف ثابت کررہی ہے۔ اور اس حدیث کے معنی سوائے حق وطی کے اور کچھ بھی نہیں ہوسکتے۔ پس جب مفقود کی بیوی کو دونوں فائدے حق وطی اور حق نفقہ حاصل نہیں تو ان کا نکاح فسخ کردینا

بالکل درست ہے ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے صبر کرکے بیٹھی رہے اور طالب فسخ نکاح کی نہ ہو تو اسے اختیار ہے لیکن اگر وہ فسخ کی طالب ہو اور نکاح ثانی کی درخواست کرے۔ اور اس کی حالت زار اس کی درخواست کی منظوری کی خاص سفارش کرتی ہو۔ تو سوائے فسخ کے کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ دین میں تنگی ہے نہ عسر ہے۔ مفقود نے اپنا حق ان حقوق کے ادا کرنے سے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے زمے کیے تھے۔ خود زائل کیا ہے۔

حضرت شیخ الوقت مجتہد العصر حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ بھی اذالہ الخفا میں مفقود کی حالت کے قیاس کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

والاوجه عندي ان الفقودله وجهان يدخل بهلماله في عمومات الشرع احدهما انه فوت الامساک بالمعروف فوجب عليه التسريح بالاحسان فلما ان قصر في التسريح تاب الشرع عنه كما ينوب القاضي في بيع مال لباطل وثانيهما انه ميت في ظاهر الحال و نحن نحكم بالظاهر (الزالة الخفاص ١١٦ مقصد دوم

میرے نزدیک یہی زیادہ مناسب ہے۔ کہ مقصود دووجہ سے عمومات شرع کے ضمن میں آسکتا ہے ایک یہ کہ اس نے امساک بالمعروف فوت کردیا پس تسریح بالاحسان اس پر واجب ہے۔ لیکن چونکہ وہ طلاق دینے سے (بہ سبب غیر حاضری کے) قاصر ہے۔ اس لئے شرع اس کی طرف سے (طلاق دینے میں) نائب ہوجائے گی۔ جیسے قاضی نائب ہوجایا کرتا ہے۔ اس شخص کا مال فروخت کردینے میں جو قرض کے ادا کرنے میں دیر لگائے دوسری یہ کہ وہ مفقود ظاہر حال میں میت ہے۔ اور ہم ظاہر پر حکم کرنے کے مکلف ہیں۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے مجنون کی بیوی اور معسر کی بیوی کو اس کی نظائر کہا ہے۔

نظر بریں ہماری ناقص سمجھ میں یہی آتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ کوئی دائمی حکم نہیں۔ بلکہ حالات زمانہ کے تحت اقتصادی تھا۔ اس وقت اتنی مدت خبر کے نہ ملنے کے لئے جانی گئی تھی۔ لیکن اس وقت چار سال ایک مدت مدید ہے۔ اس کے اندر بھی کامل وثوق مفقود الخبری کا ہوسکتا ہے۔ لہذا وجوبا چار سال کا انتظار کراکے بے کس لطیف چیز کو تکلیف دینا مقرون بمصلحت نہیں علماء راسخین سے امید ہے۔ کہ اس مسئلے پر تحقیقی نظر ڈال کر میری تایئد یا اصلاح کردیں گے۔ (میں ہوں آپ کا تابعدار سیالکوٹی۔ 18 جنوی 1915ء

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد2ص260

محدث فتویٰ